ہیں اگر وہ اپنی اپنی مذہبی روایت کو مانتے ہیں۔ دوسری طرف وہ سب لوگ ہیں جو کسی الہامی روایت کے بجائے، لبرل ازم کے قائل ہیں۔

ہماری سماجی روایت جوہری طور پر الہامی روایت ہے۔ ہمارے نزدیک ہم جنسیت فطرت سے انحراف ہے اور یوں ایک اخلاقی مسئلہ ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بعض افراد میں اس کی نوعیت ایک مرض کی ہو۔ مریض کو علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاملہ اخلاقی ہوتو پھر اس کا حل تعلیم وتربیت اور ایک مرحلے میں سزا ہے۔ ہمیں اگر اپنی نئی نسل کو اس اخلاقی انحراف سے بچانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں یہ معرکہ استدلال اور علم کے میدان میں سر کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اگر علمِ نفسیات اسے فطری رویہ قرار دیتا ہے تو ہمیں اس علم کے بنیادی مسلمات کو چیلنج کرنا ہے۔ ہمیں بتانا ہے کہ کیسے یہ علم لبرل اقدار کے زیرِ اثر پروان چڑھا ہے اور یوں غیر اقداری (value free) نہیں ہے۔ ہمیں اس کے جواب میں اس علم کو نئی بنیادیں فراہم کرنا ہوں گی جو مسلمات کہلانے کی مستحق قرار پائیں۔ وحی کا علم اس باب میں ہمیں جو راہنمائی دیتا ہے، ہمیں اسے علمی مسلمہ کے طور پر لوگوں کے سامنے رکھنا ہے۔

امریکی سپریم کورٹ کا فیصلہ تاریخ ساز ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ اب اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہے گا۔ پاکستان میں ۱۹۹۸ء سے ہم جنسیت کی ایک زیرزمین تحریک موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی سماجی قبولیت کے لیے اب آوازیں بلند ہوں گی۔ اگر ہمیں اپنی سماجی اقدار پر اصرار ہے تو ہمیں ابھی سے پیش بندی کرنی ہے۔ یہ کام غصے، گالیوں اور جذباتی استحصال سے نہیں ہوگا۔ میں عرض کر چکا کہ ہمیں پہلے یہ مقدمہ علم اور استدلال کے حضور میں پیش کرنا ہے۔ نئی نسل کو ہم بالجبر کسی رویے کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔

طبری اور مسلم تاریخ

ایک محترم کالم نگار نے، چند دن پہلے، ابن جریر طبری کے بارے میں دادِ تحقیق دی ہے۔

طبری مسلم تاریخ کے سب سے مستند مورخ شمار کیے جاتے ہیں۔ کالم نگار کو اس سے اتفاق نہیں۔ ان کی معروف ترین تصنیف ''تاریخ الامم والملوک'' کے بارے میں اُن کا تبصرہ ہے کہ ''جس کتاب کو بازاری قصوں کی کتاب ہونا چاہیے تھا، اسے مستند ترین تاریخ سمجھ کر یورپ نے پیش کیا''۔ یہی نہیں ''طبری نے اپنے ذہن کی غلاظت کو تاریخ کی چاشنی بنا کر پیش کیا''۔ کالم نگار کے خیال میں یہ مستشرقین ہیں جنہوں نے طبری جیسے ساقط الاعتبار شخص کو مستند مورخ قرار دیا اور یوں ''مغرب کے سیکولر انہیں ہتھیار بنا کر، ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں''۔

کالم میں دو مقدمات قائم کی گئے ہیں۔ ایک یہ کہ طبری مسلم تاریخ کی ناقابل ذکر اور ناپسندیدہ شخصیت ہیں۔ ''عباسی خلفا کے دور میں لوگ نفرت کے طور پر گزرتے ہوئے، ان کے گھر پر پتھر پھینکا کرتے تھے۔'' دوسرا یہ کہ انہیں اعتبار اہلِ مغرب اور مستشرقین نے دیا اور اس سے ان کا مقصد مسلم تاریخ کو داغ دار کرنا تھا۔ علم کی عدالت میں، یہ دونوں مقدمات ثابت نہیں ہیں۔

ابن جریر طبری مسلم اہل علم کے ہاں غیر معمولی قدر ومنزلت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔تفسیر،علمِ حدیث اور تاریخ کے باب میں انہیں سند مانا جاتا ہے۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ان کے بارے میں اہلِ علم کی آرا جمع کر دی ہیں۔تاریخ کے باب میں خود مولانا جس مورخ پر سب سے زیادہ اعتبار کرتے ہیں، وہ یہی طبری ہیں۔'خلافت و ملوکیت' کا سب سے بڑا ماخذ 'تاریخ الامم والملوک' ہے۔مولانا لکھتے ہیں: ''۔۔۔ابن جریر طبری ہیں جن کی جلالتِ قدر بحیثیت مفسر، محدث، فقیہہ اور مؤرخ مسلم ہے۔علم اور تقویٰ دونوں لحاظ سے ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ان کو فقہا کا عہدہ پیش کیا گیا اور انہوں نے انکار کر دیا۔دیوان المظالم کی صدارت پیش کی گئی اور اس کو بھی انہوں نے قبول نہ کیا۔امام ابنِ خزیمہ ان کے متعلق کہتے ہیں ''میں اس وقت روئے زمین پر ان سے بڑے کسی عالم کو نہیں جانتا''۔ابن کثیر کہتے ہیں ''وہ کتاب وسنت کے علم اور اس کے مطابق عمل کے لحاظ سے آئمہ اسلام میں سے تھے''۔ابن حجر کہتے ہیں ''وہ بڑے اور قابلِ اعتماد ائمہ میں سے تھے''۔خطیب بغدادی کہتے ہیں ''وہ آئمہ علما میں سے ہیں۔ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے اس لائق ہیں۔علوم میں ان کی جامعیت ایسی تھی کہ ان کے ہم عصروں میں کوئی ان کا شریک نہ تھا''۔ابن الاثیر کہتے ہیں۔''ابوجعفر تاریخ نگاروں میں سب سے زیادہ بھروسے کے لائق ہیں۔'' حدیث میں وہ خود محدث مانے جاتے ہیں۔فقہ میں وہ خود ایک مستقل مجتہد تھے اور ان کا مذہب اہل السنہ کے مذاہب ہی میں شمار ہوتا تھا۔تاریخ میں کون ہے جس نے ان پر اعتماد نہیں کیا ہے۔خصوصیت کے ساتھ دورِ فتنہ کی تاریخ کے معاملہ میں تو محققین انہی کی آرا پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔۔۔ابن خلدون بھی جنگ جمل کے واقعات بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ میں نے واقعات کا یہ ملخص دوسرے مؤرخین کو چھوڑ کر طبری کی تاریخ سے نکالا ہے کیونکہ وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہے اور ان خرابیوں سے پاک ہے جو ابن قتیبہ اور دوسرے مؤرخین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں''۔(خلافت و ملوکیت، صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳)۔

تاریخ کے باب میں انہوں نے کچھ واقعات ایسے نقل کیے ہیں، جن کی بنیاد پر بعض ناقدین نے انہیں شیعہ قرار دیا۔مولانا مودودی کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔وہ لکھتے ہیں؛''امام ابنِ تیمیہ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ جس شخص میں شیعیت کی بُو بھی ہو، وہ اسے معاف نہیں کرتے مگر محمد بن جریر طبری کی تفسیر کے متعلق وہ اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں کہ تمام متداول تفاسیر میں ان کی تفسیر صحیح ترین ہے۔ولیس فیہ بدعۃ۔دراصل سب سے پہلے حنابلہ نے ان پر رفض کا الزام اس غصے کی بنا پر لگایا تھا کہ وہ امام احمد بن حنبل کو صرف محدث مانتے ہیں۔اسی وجہ سے حنبلی ان کی زندگی ہی میں ان کے دشمن ہو گئے تھے، ان کے پاس جانے سے لوگوں کو روکتے تھے اور ان کی وفات کے بعد انہوں نے مقابر مسلمین میں ان کو دفن تک نہ ہونے دیا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پر دفن کیے گئے۔اس زیادتی پر امام ابنِ خزیمہ کہتے ہیں کہ ''لقد ظلمت الحنابلہ''(صفحہ ۳۱۳)۔

سیرت کے باب میں، مولانا شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق تصنیف 'سیرت النبی' اردو زبان کی سب سے مستند کتاب ہے۔چند دن پہلے جامعہ الازہر کے استاذ ڈاکٹر یوسف عامر پاکستان تشریف لائے۔میری ان سے ملاقاتیں

رہیں۔انہوں نے بتایا کہ اس کتاب کے عربی ترجمے کا شرف انہیں حاصل ہوا ہے۔شبلی نے اس کتاب کے مقدمے میں اپنے ماخذات کا ذکر کیا ہے۔ان میں طبری بھی شامل ہیں۔'امام طبری اور سیرت' کے تحت شبلی لکھتے ہیں:''تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل وکمال، وثوق اور وسعتِ علم کے معترف ہیں۔ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے''۔(صفحہ ۲۷)

طبری کے بارے میں یہ اس امت کے جلیل القدر اہلِ علم کی گواہی ہے۔کوئی ذی شعور یہ نہیں کہہ سکتا کہ شبلی یا مولانا مودودی مستشرقین کے زیرِ اثر تھے۔شبلی تو وہ ہیں، تاریخ جن کا موضوع تھا۔انہوں نے تو اس جھاڑ جھنکاڑ کو صاف کیا جو بعض مستشرقین نے مسلم تاریخ کے باب میں پھیلا دیا تھا۔ان معتبر شہادتوں کے بعد اس مقدمے کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے کہ طبری اہلِ مغرب کی کسی سازش کا عنوان ہے۔یہ الگ بات ہے کہ طبری کی ہر روایت کو ہم بلا تنقید قبول نہیں کر سکتے۔طبری ہی کیا، اس امت نے تو امام بخاری جیسے عظیم المرتبت لوگوں کی روایت بھی بلا تنقید قبول نہیں کی۔کیا لوگوں نے بخاری کی روایات پر جرح نہیں کی؟ تاہم امام بخاری کی کسی روایت کو رد کر دینے سے وہ بحیثیت مجموعی ساقط الاعتبار نہیں ہو جاتے۔یہی معاملہ طبری کا بھی ہے۔

تاریخ فی الجملہ رطب و یابس کو مجموعہ ہے۔یوں بھی مورخ کا کام تنقیح نہیں ہوتا۔وہ تو واقعات کو جمع کر دیتا ہے اور حسبِ توفیق رد و قبول کو فیصلہ کرتا ہے۔یہی سبب ہے کہ تاریخ دین کا ماخذ نہیں ہے۔دین محکمات پر کھڑا ہے جو عقل و نقل کے ہر پیمانے پر پورا اترتے ہیں۔سیرتِ پاک اور صحابہ دین کا حصہ ہیں۔ان کے باب میں تاریخ پر انحصار نہیں کیا جائے گا۔ان موضوعات پر تاریخ کی وہی شہادت قبول کی جائے گی جو دین کے ماخذ قرآن اور سنت پر پورا اترتی ہے۔محتاط مستشرقین بھی یہی کرتے ہیں۔منٹگمری واٹ نے بھی اپنے ماخذات کو بیان کیا ہے۔ان میں پہلا ماخذ قرآن، پھر حدیث اور اس کے بعد طبری ہیں۔سب مستشرقین کے بارے میں یہ بات بھی درست نہیں کہ وہ قرآن وسنت سے استنباط نہیں کرتے۔میرا تاثر ہے کہ ان علوم میں بھی جو کام مستشرقین نے کیا ہے یا مغرب کے اداروں میں ہوا ہے، اس کی کوئی نظیر مسلم دنیا میں کم ہی ملے گی۔میکگل یونیورسٹی نے اسلام پر تحقیق کے لیے جو کڑا علمی معیار مقرر کیا ہے، مسلم دنیا میں اس کے مثل کوئی ادارہ موجود نہیں ہے۔

مخالفین سازش کرتے ہیں لیکن اپنی ہر خرابی کا سبب خارج میں تلاش کرنا ایک نفسیاتی عارضہ ہے۔بطور قوم ہم سب سے زیادہ اس کا شکار ہیں۔طبری کو مطعون کرتے ہوئے، اسے مستشرقین کی سازش قرار دینا بھی اسی مرض کا اظہار ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''دنیا'' لاہور)